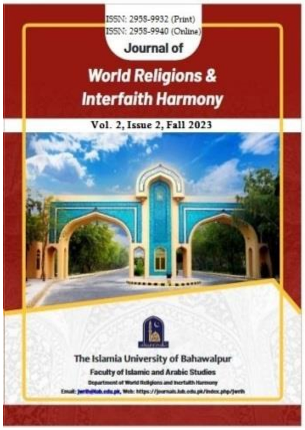

Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 2, Issue 2, Fall 2023, PP. 01-17
HEC:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089593#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/145
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/2309
DOI: https://doi.org/10.52461/jwrih.v2i2.2309
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title The style of using Israeli traditions in Qur'anic Tafsir (Specific Study of Tafseer Majdi)

Author (s): **Dr. Asma Shahid**
Lecturer, Government Graduate College for Women, Shujaabad, Multan.

Prof. Dr. Kalsoom Paracha
VC, Women University, Multan

Received on: 16 November, 2023
Accepted on: 15 December, 2023
Published on: 31 December, 2023

Citation: Dr. Asma Shahid, and Prof. Dr. Kalsoom Paracha. 2023. “The Style of Using Israeli Traditions in Qur’anic Tafsir (Specific Study of Tafseer Majdi”. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 2 (2):01-17. https://doi.org/10.52461/jwrih.v2i2.2309.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

JWRIH 02:02 (2023) pp. 1-17 **ISSN: 2958-9932**

تفسیر قرآن میں اسرائیلی روایات سے استفادہ کا اسلوب (تفسیر ماجدی کا اختصاصی مطالعہ)

The style of using Israeli traditions in Qur'anic Tafsir (Specific Study of Tafseer Majdi)

Dr. Asma Shahid
Lecturer, Government Graduate College for Women, Shujaabad, Multan
Email: asmaravian.pu@gmail.com

Dr. Kalsoom Paracha
VC, Women University, Multan, Email: drkalsoom@wum.edu.pk

Abstract

Israelism is the replication of the traditions and references seen in the exegesis of the Qur'an among the People of the Book. Except for the distinction between Ijaz and Atnab, the Holy Quran agrees with the Torah and the Gospel on several topics. These topics include ethical guidance, penalties, and the experiences of prior prophets, the miraculous acts of Hazrat Jesus, and more. While it is acceptable to consult them for confirmation of our religious and philosophical convictions, it is important to remember that the oral histories of past Ummahs mentioned in the Qur'an are meant to serve as guidance and teachings rather than as narratives. There exist three main techniques among sub continental commentators when it comes to investigating and replicating Israelite traditions: mere reproduction of Israelite traditions, wherein the contributors do not expose its falsehood, nor do they render it an issue. The Israeli narratives found in the Qur'an and Hadith have been cited by commentators as evidence. Two approaches have been utilized by the commentators to refute Israelism. The first is a cursory reference of the customs and a claim that one is exempt from them. This article will specifically examine Tafsir Majdi, a notable exegesis, within the framework of the Hebrew text interpretation. And in what way has Mu'azah al-Hasna been embraced to refute their false notions and demonstrate the veracity of Islam? It investigates how Tafseer Majdi encounters and analyzes these customs, illuminating their potential to have an effect on peace between faiths. The paper provides perspectives on how such beliefs foster shared comprehension as well as possible conflict in the context of different faiths by focusing on the subtle link between Israelism and Islamic exegesis.

Keywords: Israelism, Context of Inter-Religious, Harmony, Controversy, exegesis

موضوع کا تعارف و اہمیت

قرآن مجید کی آیات متعدد متنوع مضامین پر مشتمل ہیں۔ کہیں آیات الاحکام ہیں تو کہیں وعد و وعید سنائے گئے ہیں، کہیں عبرت و نصائح بیان ہیں تو کہیں واقعات و قصص کی تفصیلات مذکور ہیں۔ کہیں امثال و حکم کو موضوع بنایا گیا ہے تو کہیں تاریخی شواہد زیر بحث ہیں۔ مفسرین کرام نے آیات کی تفسیر میں احادیث، آثارِ صحابہ و تابعین کے ساتھ اسرائیلی روایات سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اسرائیل و بنی اسرائیل کا لفظ متعدد بار قرآن میں آیا ہے۔[1] اسرائیل کے معنی ''اللہ کا بندہ'' کے ہیں جو حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا اور ان کی آل و اولاد بنی اسرائیل کے نام سے جانی گئی۔ اسرائیلیات اسرائیلیۃ کی جمع ہے۔[2] ''اسرائیلیات'' کا لفظ اگرچہ بظاہر اس یہودی تہذیب و ثقافت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو تفسیر قرآن پر اثر انداز ہوئی۔ مگر اس کے مفہوم میں وسعت پائی جاتی ہے لہذا اس سے وہ یہودی و نصرانی ثقافت مراد ہے جس نے تفسیر قرآن کو متاثر کیا۔ یہودیت کی غالب شہرت کی بناء پر اسے اسرائیلیات کا نام دیا گیا۔[3]

یہود و نصاری میں سے کچھ نے تو سچے دل سے اسلام قبول کیا اور اشاعت اسلام میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور مسلمانوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ جن میں عبداللہ بن سلامؓ اور ابی بن کعبؓ وغیرہ شامل ہیں۔ اور کچھ یہودی سازش کے تحت برائے نام مسلمان بن گئے۔ طور و طریقے مسلمانوں والے اختیار کئے مگر دلی طور پر اسلام دشمنی میں ملوث تھے۔ انہوں نے قرآنی مجملات کی تفصیل محیر العقول بیان کی انبیاء کرامؑ کے بارے میں جھوٹے قصے کہانیاں عام کئے۔ چنانچہ اسرائیلی روایات جو صحیح سند کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے منقول ہیں ان کا اعتبار ضروری ہے۔ اور ایسی روایات جو شریعت کے معروف مسائل کے خلاف ہیں ان کی نقل و روایت جائز نہیں۔ اور وہ روایات جن سے دینی نفع نقصان ملحق نہیں ان کے بارے

---

[1] ۔ البقرۃ ۲۴۶، ۲۱۱، ۱۲۲، ۸۳، ۴۷، ۴۰، ۲:۴۰، العمران ۳: ۹۳، ۴۹، المائدۃ ۵: ۱۲، قرآن میں تقریباً ۴۰ مقام پر اسرائیل کا لفظ آیا ہے۔

[2] ۔ ابن منظور: **لسان العرب**، فصل العین، المھملہ، (بیروت، دار صادر، ۱۴۱۴ھ، ۱/)۶۲۳؛ مرتضٰی زبیدی، **تاج العروس**، (دارالھدایہ، س۔ن)، ۱۰:۵۱

[3] ۔ ذھبی: محمد حسین، **التفسیر والمفسرون**، (قاھرہ: مکتبہ وہبہ)، ۴: ۹

میں فرمایا اہل کتاب کی نہ تکذیب کی جائے نہ تصدیق۔[4] ان کے بارے میں محدثین نے سکوت اختیار کیا ہے۔

برصغیر کے ماثور تفسیری ادب میں اسرائیلیات کی نقل و تحقیق کے مختلف اسلوب رہے ہیں۔ تفسیر ماجدی کلامی تفاسیر میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔ اس میں گاہے بگاہے عہد نامہ قدیم وجدید سے اکتسابات نقل کئے گئے ہیں اور یہ منقولات بعض اوقات تائید و توثیق کا کام کرتے ہیں اور بعض مقامات پر مجادلہ و مخاصمہ کے پیش لفظ بنتے ہیں۔

تفسیر ماجدی کا زیر مطالعہ نسخہ مجلس نشریات قرآن کراچی سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا جس میں جزوی تخریج اور حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے اور مفصل اشاریہ بھی شامل ہے۔ جو کہ محمد مستقیم محتشم ندوی نے ترتیب دیا ہے۔ تفسیر ماجدی کا طرز یہ ہے کہ صفحہ کے اوپر آیت کی عربی عبارت کے ساتھ تحت السطور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔ ہر آیت میں تشریح طلب نکات کو نمبر شمار ڈال کر ان کی تفسیر تحریر کی ہے جس میں اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔

موضوع پر ہونے والا سابقہ تحقیقی کام

تفسیر میں نقل اسرائیلیات کا رجحان پہلی صدی ہجری سے بدستور جاری ہے۔ قدیم تفاسیر میں سے مفاتیح الغیب، انوار التنزیل، الکشاف، جامع البیان، احکام القرآن اور خصوصاً خطہ برصغیر میں لکھی جانے والی تفاسیر میں تفسیر مظہری، تفسیر ثنائی اور تفسیر ماجدی میں اسرائیلی روایات کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ تفاسیر میں اسرائیلی روایات پر جو تحقیقی کام ہوا ہے ان میں ڈاکٹر محمد بن محمد اَبو شہبۃ کی کتاب "الإسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر" قابل قدر ہے۔ اسی موضوع پر "کتب تفسیر میں اسرائیلی اور موضوع روایات" پر ڈاکٹر ثناء اللہ کی کتاب زیر مطالعہ رہی، اردو زبان میں یہ ایک اچھی کاوش ہے۔ کتاب میں اسرائیلیات اور موضوع روایات کے مفہوم کو واضح کیا ہے اور ان روایات کے مرکز و محور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ انبیاء و سابقہ امم کے قصص اور سورتوں کے فضائل کے بیان میں زیادہ تر اسرائیلی روایات منقول ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا محمد نظام الدین اسیر ادوری کی تالیف "تفسیروں میں اسرائیلی روایات" ہے اس کتاب میں کتب تفاسیر میں مذکور اسرائیلی روایات و واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور مستند تفاسیر کے حوالے سے ان پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے۔

[4] ۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **جامع الصحیح**، کِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا، رقم الحدیث: ۴۴۸۵، (بیروت، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)

موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات

1) بین المذاہب ہم آہنگی اور مفاہمت کے لیے سابقہ شریعتوں سے استفادہ کا اسلوب کیا ہے؟

2) مفسر عبد الماجد دریابادی نے یہود و نصاریٰ سے مجادلہ کو اپنی تفسیر کا حصہ بنایا ہے؟

3) تفسیر ماجدی میں بین المذاہب مجادلہ کا انداز کیا ہے؟

بحث و دلائل

وہ اسرائیلی روایات جو اسلامی تعلیمات کی تائید و توثیق کرتی ہو اور نقل صحیح سے ان کا ٹکراؤ نہ ہو اور نہ عقل سلیم کے منافی ہو تو ایسی روایات کو بیان کرنے کی اجازت حضور ﷺ سے ثابت ہے: "حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج[5] "بنی اسرائیل سے روایت کیجیے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس فرمان کے ذیل میں اسرائیلیات کی نقلِ محض اور تائیدی حیثیت سے اسرائیلی روایات سے اخذ و استفادہ شامل ہے۔ نقل اسرائیلیات کا یہ اسلوب بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں معاون ہے۔ بایں ہمہ وہ اسرائیلی روایات ہے جو من گھڑت قصے و کہانیوں پر مشتمل ہو ایسی روایات کی نقل و اخذ سے اعراض برتنا چاہئے اور بین المذاہب مجادلہ کے تناظر میں یہ روایات نقل کی جاتی ہیں اور مفسرین ان روایات کا محاکمہ کرتے ہیں اور ان کے ابطال کے لیے نقلی و عقلی شواہد پیش کرتے ہیں۔

نقل اسرائیلیات بین المذاہب ہم آہنگی و مجادلہ کے تناظر میں تفسیر ماجدی کا اختصاصی مطالعہ ذیل میں پیش ہے:

اسرائیلیات کی نقل محض

اسرائیلیات سے استفادہ کا ایک اسلوب یہ ہے کہ محض روایات کی نقل پر اکتفا کیا جائے۔ روایات کی استنادی حیثیت کو موضوع نہ بنایا جائے اور نہ ہی اسرائیلی روایات کے ذیل میں کوئی محاکمہ تحریر کیا جائے۔ یہ طرز عمل ان اسرائیلی روایات کے ذیل میں قابل قبول ہے جن کا تعلق عقائد و عبادات سے نہیں۔ جن کی نقل محض قصص واقعات سے متعلق یا جستجوئے علم میں سوال در سوال کے جوابات مل جانے کی صورت میں ہے۔ مثلاً اصحاب کہف کے نام کیا تھے؟ ان کا کتا کس رنگ کا تھا؟ گائے کے گوشت کا کونسا لوتھڑا مارا گیا تھا کہ مقتول نے زندہ ہو کر قاتل کا نام بتایا؟ یا عصائے موسیٰ کس درخت سے بنایا گیا تھا؟ مگر جہاں تک اعتقادات و عبادات کا تعلق ہے وہاں مفسرین کرام کا یہ رویہ قابل قبول نہیں۔ ذیلی سطور میں تفسیر ماجدی سے اسرائیلی روایات کی نقلِ محض کی چند مثالیں درج ہے۔

---

[5] ۔ سلمان بن اشعث، ابی داؤد، **السنن**، کِتَاب الْعِلْمِ، بابُ الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، رقم الحدیث: ۳۶۶۲ (دارالرسالۃ العالمیہ، ۲۰۰۹)

سورہ مائدۃ میں قوم موسی کا اپنے نبی سے مباحثہ منقول ہے:

قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ[6]

(وہ بولے کہ اے موسیؑ اس سرزمین پر تو بڑی زبردست قوم آباد ہے، اور ہم تو وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں البتہ وہ اگر وہاں سے نکل جائیں تو ہم بیشک داخل ہونے کو تیار ہیں۔)

یہ قوم عمالقہ کی تھی، جو ایک بڑی زور آور اور جنگ آزما قوم تھی، بنی اسرائیل کی پرانی حریف توریت اور تاریخ اسرائیل اس کی خونریزیوں کی داستان سے رنگین ہے، توریت میں اس قوم پر بنی اسرائیل کی زبان سے یہ الفاظ ادا کیے گئے ہیں۔ "ہمیں زور نہیں کہ ہم ان لوگوں پر چڑھیں، کیونکہ وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں"[7]۔ "یہ زمین جس کی جاسوسی میں ہم گئے تھے، ایک زمین ہے جو اپنے بسنے والوں کو نگلتی ہے۔ اور سب لوگ جنہیں ہم نے وہاں دیکھا اور ہم اپنی نظروں میں ان کے سامنے ایسے تھے جیسے ٹڈے اور ایسے ہی ہم ان کی نظروں میں تھے"[8]۔ جبار کا اطلاق بڑے ڈیل ڈول والوں، کلے ٹھلے والوں پر بھی ہوتا ہے۔ چناچہ یہاں یہی مراد ہے۔ ای عظام الاجسام طولا[9] یقال رجل جبارا اذا کان طویلا عظیما قویا والقوم کانوا فی غایة القوة وعظم الاجسام[10] روایات یہود میں ذکر بہت مبالغہ کے ساتھ ان کے قد و قامت کی درازی کا آیا ہے اور ان کے دراز دستیاں بھی بہت کچھ مذکور ہیں۔[11]

بنی اسرائیل ایک طرف تو اپنے ان مخالفین یعنی عمالقہ کی ہیبت و شوکت سے اس قدر مرعوب تھے، اور دوسری طرف تن آسانیوں کے طالب اور فرائض جہاد سے جی چرانے والے بھی۔ اپنے وطن تک کے لیے، اپنے پیغمبر اور دنیوی لیڈر کی ترغیب کے باوجود بھی آمادہ نہ ہوئے۔

---

[6]۔ المائدۃ ۵: ۲۲

[7]۔ کتاب مقدس (لاہور، مکتبہ جدید پریس، ۲۰۱۵)، گنتی۔ ۱۳: ۳۲

[8]۔ گنتی۔ ۱۳: ۳۳

[9]۔ قرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لأحکام القرآن**، (دار الکتب المصریہ، القاهرة، ۱۹۶۴)، ۶: ۱۲۶

[10]۔ رازي: فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمي الرازي، أبو عبد الله **مفاتیح الغیب** (التفسیر الکبیر) (بیروت، دار إحیاء التراث العربي، ۱۴۲۰ھ)، ۱۱: ۳۳۳

[11]۔ دریابادی: عبد الماجد، **تفسیرِ ماجدی**، ۱: ۸۸۷-۸۸۸

سبت کے لفظی معنی ہیں ہفتہ کا ساتواں دن "السبت" شریعت یہود کی اصطلاح میں ایک مقدس دن، مسیحیوں کے اتوار کی طرح ہے۔ یہ دن صرف یاد خدا اور عبادت کے لیے مخصوص ہے۔ اور اس روز تجارت، زراعت، شکار وغیرہ ہر قسم کے دنیوی کام سب ممنوع تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ [12]

(اور تم خوب جان چکے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے سبت کے بارے میں تجاوز کیا تھا، تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ)

توریت کے الفاظ ہیں "پس سبت کو مانو اس لیے کہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے۔ جو کوئی اس کو پاک نہ جانے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔ پس جو کوئی روز سبت کو کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے "[13] "اعتدوا"۔ تجاوز کر جاتے تھے شریعت موسوی کے حدود سے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کی ایک بڑی آبادی مقام ایلہ میں تھی۔ یہ ذکر انہیں کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ حکومت 1013 ق، م تا 973 ق، م کا ہے۔ مقام ایلہ اگر وہی ہے جس کا ذکر توریت میں ایلات (Elath) کے نام سے آتا ہے۔[14] تو یہ فلسطین کے جنوب میں، عرب کی عین شمالی سرحد پر (قدیم علاقہ ادوم میں) بحر قلزم کی مشرقی خلیج میں لب ساحل واقع ہے۔ موجودہ جغرافیہ اس کو عقبہ کے نام سے پہچانتا ہے۔ اور عقبہ خلیج عقبہ کا مشہور بندرگاہ ہے۔ ایلہ کے یہودی اپنی شریعت کے قانون کی مسلسل خلاف ورزی کرتے، مچھلی کا شکار ایک خاص چالاکی کے ساتھ اور اسے ظاہری صورت جواز دے کر سبت کے دن کیا کرتے۔[15]

قوم عمالقہ کی شوکت اور جسامت کو بیان کرنے، سبت کے دن حد سے بڑھنے اور مقام ایلہ کے حدود اربعہ کے بیان کے لیے مفسر ماجدی نے توریت و بائبل سے روایات نقل کی ہیں۔ یہ اسرائیلی روایات کی نقل محض کے اسلوب میں شامل ہے۔

تائیدی حیثیت سے اسرائیلی روایات سے اخذ واستفادہ

نقل اسرائیلیات کا دوسرا اسلوب یہ ہے کہ مفسرین آیات کی تفسیر قرآنی آیات، احادیث و آثار سے کرتے ہیں البتہ

---

[12]۔ البقرہ ۱: ۶۵

[13]۔ خروج ۳۱: ۱۴، ۱۵

[14]۔ استثناء ۲: ۸

[15]۔ دریابادی: عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، ۱: ۱۵۶

اس کی تائید میں اسرائیلیات بھی نقل کر دیتے ہیں۔یعنی اپنے مؤقف کی استدلالی حیثیت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے کتب سابقہ سے بھی اخذ واستفادہ کرتے ہیں۔اس اسلوب کے تحت اسرائیلیات نقل کرنے کی چند نظائر تفسیر ماجدی سے پیش ہے۔

سورہ اسراء کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا[16]

(اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ جتلا دیا تھا کہ تم ملک میں دوبار بڑی خرابی پیدا کروگے اور بڑا زور چلانے لگوگے)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عبد الماجد دریابادی نے بنی اسرائیل کی پھیلائی گئی بربادیوں کا ذکر خود ان کی کتبِ مقدسہ سے کیا ہے لکھتے ہیں کہ فساد فی الارض اور علو دونوں سے مراد حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں کا اتلاف ہے اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ آیت "وقضینا۔۔۔ الکتب"۔ یہ خبر بنی اسرائیل کو ان کے مختلف پیغمبروں کے ذریعہ سے سنا دی گئی تھی۔خود توریت ہی کے بعض مقامات انذاری پیش گوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں، مثلاً احبار باب ۲۶۔ یا استثناء باب ۲۸۔ پھر اس کے علاوہ یرمیاہ نبی کی ہولناک پیش گوئیاں موجود ہیں اور حضرت یحییٰ نبی اور حضرت عیسیٰ نبی کی انذاری پیش گوئیاں، سب انہیں اسرائیلی صحیفوں میں ، آیت "مرتین "۔ یوں تو قوم اسرائیل کی تاریخ تباہیوں اور بربادیوں ہی کی ایک مسلسل سرگزشت ہے، تاہم دو مرتبہ کی قیامت خیز ہلاکتیں تاریخ کے صفحات پر بہت گہرے الفاظ میں نقش ہیں۔ ایک بار ۵۸۶ سنہ ق،م میں بخت نصر تاجدار بابل ونینوا کے ہاتھوں اور دوبارہ ۷۰ء میں رومی شہنشاہ طیطاؤس (TITUES) کے زمانہ میں۔[17]

سورہ اسراء کی آیت نمبر ۵ میں ارشاد ہے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا[18]

(پھر جب دوبارہ میں سے پہلی کی میعاد آئے گی، تو ہم تمہارے اوپر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کر دیں گے جو بڑے جنگجو ہوں گے سو وہ گھروں میں گھس پڑیں گے، اور یہ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا)

---

[16]۔الاسراء ۱۷: ۴

[17]۔دریابادی، عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، ۲: ۱۱۰

[18]۔الاسراء ۱۷: ۴

اس آیت کی تفسیر میں مفسر ماجدی عہد نامہ عتیق سے حوالے نقل کرتے ہیں۔

یرمیاہ نبی کی کتاب جو آج بھی صحائف عہد عتیق کا ایک جزو ہے، دیکھی جاسکتی ہے، یہود کی شرارتوں، بدکاریوں کی داستان سے لبریز ہے، احبار اور ربیون کے نزدیک بھی انتقام الٰہی کی محرک یہود کی تباہ کاریاں ہی ہوئی تھیں، آیت "بعثنا علیکم عبادالنا "[19]۔ اس عالم اسباب میں سزا اور غضب الٰہی کا نفاذ ہمیشہ کسی نہ کسی مخلوق ہی کے ذریعہ اور واسطہ سے ہو گا، بعث سے یہاں مراد بعثت تشریعی نہیں، محض بعثت تکوینی ہے اور عباد سے مراد وہ انسان جو عذاب الٰہی کے کارندوں کی حیثیت سے ان پر مسلط کیے گئے تھے اور ان کے لئے یہ ہرگز ضروری نہ تھا کہ وہ خود بھی مومنین صالحین میں سے ہوں۔ اس لیے "عبادالنا " پر یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ بخت نصر کا ایک کافر تاجدار تھا پھر قرآن نے اس کے لشکر کا انتساب اپنی جانب کیسے کر لیا، یہی مضمون یہود کے مقدس صحیفہ یرمیاہ میں بھی ہے اور اس میں بخت نصر کو خدا کا خدمت گذار کہا گیا ہے: "رب الافواج یوں کہتا ہے۔ اس لئے کہ تم نے میری باتیں نہ سنیں، دیکھ میں اتر کے سارے گھرانوں کو اور اپنے خدمت گزار شاہ بابل بنوکہ نضر کو بلا بھیجوں گا "[20] یرمیاہ نبی کے صحیفہ میں خود یہ وعید اور پھر اس کے ظہور محل دونوں کی تفصیلات درج ہیں۔" میں ایسا کروں گا کہ ان کے درمیان خوشی کی آواز اور خرمی کی آواز، دلہے کی آواز، دلہن کی آواز، چکی کی آواز اور چراغ کی روشنی باقی نہ رہے اور یہ ساری سرزمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی اور یہ قومیں ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی غلامی کریں گی اور ایسا ہو گا خداوند کہتا ہے کہ جب ستر برس پورے ہوں گے، میں بابل کے بادشاہ کو اور اس کی قوم کو اور کسدیوں کی سرزمین کو ان کی بدکاری کے سبب سزا دوں گا اور میں اسے ایسا اجاڑوں گا کہ ہمیشہ تک ویرانہ رہے "[21] "خداوند نے صہیون کی بیٹی کو اپنے قہر کے ابر تلے چھپا دیا۔ اس نے اسرائیل کے جمال کو آسمان سے زمین پر پٹک دیا اور اپنے قہر کے دن اپنے پاؤں رکھنے کی کرسی کو نہ یاد کیا۔ خداوند نے یعقوب کے سارے مکانوں کو غارت کیا اور رحم نہ کیا۔ اس نے اپنے قہر میں یہوداہ کی بیٹی کے قلعوں کو ڈھا دیا، اس نے انہیں خاک کے برابر کر دیا اس نے بادشاہت اور امیروں کو ناپاک کیا اس نے اپنے قہر شدید میں اسرائیل کا ایک سینگ بالکل کاٹ ڈالا "[22]

---

[19]۔ ایضاً

[20]۔ یرمیاہ ۲۵:۸-۹

[21]۔ یرمیاہ ۲۵: ۹-۱۲

[22]۔ یرمیاہ کا نوحہ۔ ۱:۲-۳ بحوالہ **تفسیر ماجدی**، ۲: ۱۱۱

سورہ مائدۃ کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ[23]

(اے میری قوم! اس زمین مقدس میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور پچھلے پیروں واپس نہ ہو ورنہ بالکل خسارہ میں پڑ جاؤ گے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام موقع ترغیب پر فرمارہے ہیں کہ وہ زمین تو تمہارے لیے مقدر ہو ہی چکی ہے، ذرا سی ہمت و کوشش کرو تو ابھی مل جاتی ہے۔"الارض المقدسة "۔ مقدس سرزمین سے مراد شام ہے۔ فلسطین (کنعان) اسی کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ هی الشام[24] الارض المقدسة دمشق و فلسطين وبعض الاردن[25]۔ توریت میں ان وعدوں کی صراحتیں موجود ہیں۔"دیکھو میں نے یہ زمین جو تمہارے آگے ہے تمہیں عنایت کی داخل ہو اور اس زمین کو جس کی بابت خداوند نے تمہارے باپ دادوں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کی کہ تم کو اور تمہارے بعد تمہاری نسل کو دوں گا، میراث میں لو"[26]"تو اس سرزمین میں جس کی بابت خداوند نے تیرے باپ دادوں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کے کہا کہ اسے میں تمہیں دوں گا، سکونت کرے"[27]" مضبوط ہو جاؤ اور دل اور ہو خوف نہ کھاؤ اور ان سے مت ڈرو، کیونکہ خداوند تیرا خدا وہی ہے جو تیرے ساتھ جاتا ہے۔ وہ تجھ سے غافل نہ ہو گا اور تجھ کو نہ چھوڑے گا"[28] الارض المقدسہ میں بسنے کی ترغیب توریت میں بھی دی گئی ہے۔

نبی امی رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بشارت کتبِ سابقہ توریت و انجیل میں موجود تھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ[29]

---

[23]۔ المائدۃ ۵: ۲۱

[24]۔ طبری: ابن جریر، **جامع البیان فی تاویل القرآن**، المحقق: أحمد محمد شاکر، (بیروت، موسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء) ۱۰: ۱۶۷

[25]۔ ایضاً ۲:۱۲۳

[26]۔ استثناء، ۱:۸

[27]۔ استثناء، ۳۰:۲۰

[28]۔ استثناء ۳۱:۶

[29]۔ الاعراف ۷: ۱۵۷

(جو لوگ اس امی رسول و نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں، توریت اور انجیل میں، انہیں وہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے۔)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر عبد الماجد لکھتے ہیں:

یہاں تک کہ اتنی تصحیف کے بعد بھی یہ حوالے مروجہ توریت وانجیل سے اب تک بالکل نہ دھل سکے چناچہ توریت میں ہے :۔ خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کریگا، تم اس کی طرف کان دھریو[30] اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا، میں ان کے لئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔[31] دونوں آیتوں میں بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد ظاہر ہے کہ بنی اسمعیل ہی ہوسکتے ہیں۔" خدواند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"[32]۔ آتشی شریعت بھی ہمارے ہی رسول ﷺ کی تھی فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ ہی داخل ہوئے شہر میں دس ہزار پاک نفس صحابہؓ اجمعین (قدوسیوں) کے جلو میں اور سینا[33] اور شعیر[34] کی نبوتوں کے بعد فاران[35] سے جو نور نبوت جلوہ گر ہوا وہ بھی ہمارے ہی نبی کا تھا"اور اسمعیل علیہ السلام کے حق میں میں نے تیری سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا،[36] حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل کے حق میں یہ سارے وعدے ہمارے رسول ﷺ کی ذات سے جا کر پورے ہوئے ہیں۔[37]

[30]۔ استثناء ۱۸: ۱۵

[31]۔ استثناء ۱۸: ۱۸

[32]۔ استثناء ۳۳:۲

[33]۔ مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔

[34]۔ شعیر کی نبوت سے مراد یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہے۔

[35]۔ فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

[36]۔ پیدائش ۱۷: ۲

[37]۔ دریابادی، عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، ۱: ۱۲۳

آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے نقل اسرائیلیات بین المذاہب ہم آہنگی کی آئینہ دار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء کرام اللہ کی برگزیدہ اور چنی ہوئی ہستیاں ہیں۔"قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ"کتب سابقہ کی مھیمن اور محافظ کتاب قرآن مجید ہے۔ ان کتب میں تحریفات کی بناء پر ان پر عمل پیرا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ مندرجہ بالا امثلہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آیات کی تفسیر میں احادیث و آثار کی تائید و توثیق میں اسرائیلی روایات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

نقل اسرائیلیات مجادلہ کے تناظر میں

اسرائیلیات سے استفادہ کرتے ہوئے بعض مفسرین اسرائیلی روایات کو نقل کر کے ان کی استنادی حیثیت کو موضوع بحث بناتے ہیں اور اسرائیلی روایات کا محاکمہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسرائیلیات کے نام پر کی گئی دروغ گوئی کی تردید کرتے ہیں۔ اور اسرائیلیات کی تردید کرتے ہوئے احادیث و آثار اور تفاسیر سلف سے استفادہ کرتے ہیں۔

طوفان نوح میں غرقابی پر بائبل میں تصریحات موجود ہے کے خداوند نے انسانیت کی نافرمانی سے دلبرداشتہ ہوا اور سب کا تباہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کا رد کرتے ہوئے عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:

یہ بیان کہ خداوند تعالیٰ نے غصہ ہو کر ساری نسل انسانی کو ہلاک کر ڈالنا چاہا، قرآن کا نہیں، بائبل ہی میں یہ تصریحات ملتی ہیں کہ:۔ ”خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔ اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا ڈالوں گا انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک، کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں“[38] اسلام میں تو یہ عقیدہ ہی سرے سے کفر ہے کہ حق تعالیٰ بھی اپنے کسی عمل سے پچھتاتا ہے اور غرقابی کو تو قرآن مجید صراحت کے ساتھ مکذبین حق آیت” (الذين كذبوا بايتنا) “ تک محدود رکھتا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ روئے زمین پر کوئی آبادی ہی اس وقت تک بجز قوم نوح علیہ السلام کے نہ تھی۔[39]

تفاسیر میں قصہ ہاروت وماروت پر اسرائیلی روایات کی کثیر تعداد نقل ہوئی ہے۔

[38]۔ پیدائش ۶: ۵-۷

[39]۔ دریابادی، عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، ۲/ ۴۸۰

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ[40]

آیت کے اس مقام پر پہنچ کر مومن کے قلب میں ذرا کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہنے والی کون سی بات تھی جو قرآن نے فرمادی؟ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر برحق تھے، تو یہ تو کھلی ہوئی اور موٹی سی بات ہے کہ آپ شائبہ کفر وشبہ کفر سے بہ مراحل دور تھے۔ پیغمبر کے حق میں یہ نازل ہونا کہ وہ کفر سے بری تھے، یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی، جیسے کسی ملک کا بادشاہ یہ فرمان جاری کرکے رعایا کو بتائے کہ ہمارا نائب السلطنت باغی وغدار نہیں ہے۔ کھٹک بجا ہے۔ قرآن مجید کبھی کوئی چھوٹا سا بیان بھی بے ضرورت نہیں دیتا، مگر یہاں قرآن کو اس اعلان واعلام کی ضرورت تھی، اس ضرورت کا علم سادہ دل مسلمان کو کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا علم تو اس کے ہمہ بین وہمہ دان پروردگار ہی کو ہو سکتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر ماننے والی دو قومیں مسلمانوں سے پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں وہی ہیں جو اہل کتاب کہلاتی ہیں۔ یعنی یہود ونصاری۔ ان دونوں کے اکابر نے ستم ظریفی کا کمال یہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو ان کی عظمت وپیغمبری کے قائل ہیں۔ اور دوسری طرف ان کے نامہ اعمال میں گندے سے گندے جرائم بھی ڈال دیئے ہیں! یہاں تک کہ کفر وشرک بھی! کہ اللہ کی عدالت میں کوئی جرم اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر بھی سنگین تصور میں نہیں آسکتا، یہودی قصص وحکایات اور مسیحی آثار وروایات کی کتابوں کو چھوڑیے۔ خاص الخاص بائبل یعنی عہد عتیق کے صحائف، جن پر یہود ونصاری دونوں کا ایمان ہے، انہیں ملاحظہ فرمایئے کہ اس مجموعہ میں آج تک کیا تصریحات لکھی چلی آرہی ہیں: "جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا، اور اس کا دل اپنے خدا کی طرف سے کامل نہ تھا[41]۔ یعنی محض غفلت یا عدم اعتناء کی بنا پر عملی کوتاہی یا عصیان نہیں، صریح بدعقیدگی۔ توحید ہی کی طرف سے بے یقینی!۔ آگے اور ملاحظہ ہو:۔ سو از بس کہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے برگشتہ ہوا، اس لیے خداوند سلیمان پر غضبناک ہوا کہ اس نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اجنبی معبودوں کی پیروی نہ کرے، پر اس نے اپنے خداوند کے حکم کو یاد نہ رکھا۔"[42] معاذ اللہ۔ خدا کا پیغمبر اور کفر وشرک میں مبتلا! کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی! دنیا سینکڑوں سال تک، ہزار ڈیڑھ ہزار سال تک، انہیں یہودیانہ تحریفات واختراعات کا شکار ہو کر اس موحد اعظم کو نعوذ باللہ کافر ومشرک

[40]۔ البقرہ ۲: ۱۰۲

[41]۔ 1-سلاطین ۱۱: ۴، ۱۰

[42]۔ 1-سلاطین ۱۱: ۹-۱۰، ایضاً

سمجھتی رہی۔ یہاں تک کہ قرآن آیا، جو ہر قوم ہر زمانہ کے سچے پیغمبروں کی عزت وناموس کا محافظ ہے۔ اور اس نے آکر یقین نہ کرنے والی دنیا کے سامنے آکر، اعلان کیا کہ سلیمان کو معاذ اللہ کافر کہتے ہو! وہ تو کفر کے قریب تک نہیں گئے تھے! قرآن کی صدائے حق فضا میں بلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ جن کے کان تھے انہوں نے سنا، دنیا اپنے کاروبار میں لگی رہی، پھنسی رہی۔ بائبل والوں نے بائبل کی پرستاری نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ تیرہ، ساڑھے تیرہ صدیاں اور گزر گئیں، اور اب قدرت حق کا اعجاز دیکھئے کہ اب جو محققانہ وفاضلانہ کتب جوامع وحاویات بائبل ہی کے پرستاروں کے قلم سے نکل رہی اور شائع ہو رہی ہیں وہ تائید اور تصدیق بائبل کی الزام دہی کی نہیں، قرآن کے جواب صفائی کی کر رہی ہیں! انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، برطانوی کاوش وتحقیق کا لب لباب ہوتا ہے، اس کے سب سے آخری ایڈیشن میں مقالہ زیر عنوان سلیمان نکال کر دیکھئے، صاف یہ مضمون ملے گا۔" سلیمان خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے"[43]۔ انسائیکلوپیڈیا ببلیکا، خاص مسیحی ہی فضلاء اور پرستاران بائبل کی جو آیتیں ابھی اوپر نقل ہو چکی ہیں، ان کا حوالہ دے کر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ عبارتیں بعد کو بڑھائی گئی ہیں، اور الحاق ہیں! اور پھر لکھا ہے:۔" یہ تو غالبا صحیح ہے کہ سلیمان کی بیویاں متعدد تھیں، اسرائیلی بھی غیر اسرائیلی بھی، لیکن انہوں نے نہ تو سب کے لیے قربان گاہیں ہی تیار کرائیں، اور نہ خود خدائے واحد کی پرستش کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے دیوتاؤں کی پرستش کا تجربہ ہونے دیا"۔[44]خیر، یہ اعجاز تو کلام الٰہی کا تھا، اس سے بڑھ کر بھی ہوتا تو ہو سکتا تھا۔ لیکن محدود وناقص عقل اور زمان ومکان سے مقید علم رکھنے والے بندوں نے اپنی ایمانی فراست واشراقیت سے جو کام کر دکھایا ہے، وہ بھی اعجاز سے کچھ کم نہیں۔[45]

یہود ونصاری سے مجادلہ کا یہ مؤثر انداز ہے کہ ان کی کتب سے اکتسابات نقل کر کے ان کی تردید کی جائے اور من گھڑت قصے کہانیوں کے ابطال کو ظاہر کیا جائے۔ مفسّر ماجدی نے تفسیر میں اسی جلالی انداز سے یہود وہنود کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے فاسد عقائد کی تصحیح کی اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔

[43]۔ **انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا** ۲: ۹۵۲ طبع چہارم

[44]۔ کالم ۸۹۔ ۴۶، بحوالہ **تفسیر ماجدی** ۱: ۱۹۹-۲۰۰

[45]۔ دریابادی، عبدالماجد، **تفسیر ماجدی**، ۱: ۱۹۹-۲۰۰

"هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ "[46] کی آیت میں مرد و عورت کی اخلاقی تکمیل کا جو مؤثر ترین نسخہ اسلام نے پیش کیا اس کے متعلق چند سطروں میں لکھتے ہیں:

"یہ اس مذہب کی تعلیم ہے جو فرنگی محققین کی نظر میں ہیبت اس لیے ہے کہ اس میں عورت کی تحقیر کی گئی ہے "کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا" کون سا جھوٹ اس سے بڑھ کر سخت، کونسا الزام اس سے بڑھ کر صریح ہو گا؟ منو سمرتی والے ہندو مذہب کی حقیقت نہیں، عہد جدید والے یہودی و نصرانی مذہبوں سے سوال ہے کہ ان کے سارے دفتر کتب و اسفار میں کونسی تعلیم زن و شوہر کے باہمی تعلق محبت و عقیدت کے باب میں اس درجہ کی ہے "[47]

اسرائیلی روایات سے اعراض برتنا

مفسرین برصغیر کا ایک گروہ اسرائیلی روایات سے اعراض برتتا ہے۔ اور آیات کی تفسیر میں احادیث، اقوال صحابہ و تابعین اور تفاسیر سلف سے استفادہ کو شافی گردانتا ہے۔ ان میں سے بعض تو مکمل طور پر اسرائیلیات کی نقل سے بچتے ہیں کہ کسی بھی پیرائے میں اسرائیلیات کو نقل نہ کرنا پڑے۔ اور بعض علماء اسرائیلی روایات کو مختصراً نقل کر کے ان سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس اسلوب کی چند نظائر پیش ہے۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ[48]

(پھر شیطان نے دونوں کو پھسلایا اسی درخت کے باعث۔ اور جس میں تھے اس سے انہیں نکلوا دیا، اور ہم نے کہا اب تم سب نیچے اتر جاؤ، ایک دوسرے کے دشمن ہو کر اور تمہارے لئے زمین ہی پر ٹھکانا اور ایک میعاد تک نفع اٹھانا ہے۔)

روایات احادیث میں آتا ہے کہ شیطان نے پہلے تو قسم کھا کر آدمؑ و حواؑ کو اپنی دوستی واخلاص کا یقین دلایا، ان بیچاروں کے خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ خدا کی قسم جھوٹی بھی کھائی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد کہا کہ " اس درخت کا پھل اگر کھالو گے تو جنت میں قیام مستقل ہو جائے گا۔ اس میں تاثیر یہ ہے کہ پھر یہاں سے ہٹائے نہیں جاسکو گے۔ اور وہ ممانعت جو ہوئی تھی وہ تو ایک

---

[46]۔ البقرۃ ۲:۱۸۷

[47]۔ دریابادی: عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، (کراچی، مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء)، ۱: ۳۴۵۔

[48]۔ البقرۃ ۲: ۳۶

عارضی حکم تھا کہ اس وقت تک تمہاری استعداد پختہ نہیں ہوئی تھی۔"حضرت آدم علیہ السلام قرب الٰہی کے اس محل جنت سے بڑھ کر اور کس نعمت کے حریص ہوسکتے تھے، مکار کے فریب میں آگئے۔ دانستہ نافرمانی کا سایہ بھی پڑنا الگ رہا، وہ تو درخت کے پھل کو بعد کے بجائے قرب کا ذریعہ سمجھے۔ یہ فہم، اجتہاد کی غلطی جیسی اور جس درجہ کی بھی ہو، بہر حال فسق و معصیت سے تو اسے دور کا بھی تعلق نہیں، اور روایتوں سے قطع نظر، قرآن مجید میں بھی جابجا جو تصریحات ملتی ہیں، ان سے بھی تائید اسی صورت واقعہ کی نکلتی ہے۔

بائبل میں ہے کہ یہ بہکانے والا سانپ کی صورت میں گیا۔ اس نے آکر پہلے حوا کو بہکایا اور پھر انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ترغیب کی۔ ہمارے مفسرین نے بھی ایک طویل قصہ نقل کیا ہے جس میں شیطان، سانپ، طاؤس سب کا ذکر آتا ہے۔ یہ قصہ بجائے خود کہاں تک صحیح ہے، اس سے یہاں بحث نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ یہ اسلامی عقائد میں بہر حال داخل نہیں۔ اور اس کا ماخذ قرآن وسنت نہیں، بلکہ اسرائیلی روایات ہیں۔ اسی لیے جو اہل تفسیر زیادہ محتاط، محقق ہوئے ہیں، وہ اس سے الگ ہی رہے ہیں، بلکہ اس سے احتیاط ہی کی تنبیہ کر گئے ہیں۔

عبدالماجد دریابادی نے سورۃ حج آیت ۵۲ کی تفسیر میں منقول اسرائیلی روایات کو نقل کرنے سے اعراض برتا ہے البتہ اس کی تردید میں متقدمین کی آراء قلم بند کی ہیں: اس موقع پر بعض سادہ دل حضرات کی بے خیالی سے ایک لغو قصہ بھی نقل ہوگیا ہے۔ لیکن محققین نے اس کی پوری تردید کر دی ہے اور وہ قصہ نہ روایۃ قابل قبول ہے نہ درایۃ چناچہ مشہور وقدیم ترین سیرت نگار رسول ابن اسحاق کا قول ہے کہ یہ قصہ زندیقون کا گڑھا ہوا ہے۔ قال هذا وضع من الزنادقة[49] اور انہوں نے اس کے رد میں ایک پوری کتاب لکھ دی ہے۔ وصنف فی ذلک کتابا[50] اور مشہور محدث امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ قصہ روایۃ بے اصل ہے۔ اس کے راوی مطعون ہیں۔ اور یہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں ہوا ہے هو مردود عند المحققين (بيضاوى) اما اهل التحقيق فقد قالوا هذه الرواية باطلة موضوعة واحتجوا عليه

[49] ۔ رازي: فخر الدين، محمد بن عمر، **مفاتيح الغيب** (التفسير الكبير) ۲۳: ۲۳۷

[50] ۔ ایضاً

بالقران والسنة والمعقول [51] روایت جتنے طریقوں سے بھی آئی ہے کوئی سی بھی ان میں سے سند متصل کے ساتھ نہیں ہے۔[52] متقدمین کی تردید کو لکھتے ہوئے مفسر گرامی نے عربی عبارات سے اپنی تحریر کو مؤثق بنایا ہے۔

بیان القرآن، تفہیم القرآن، تیسیر القرآن، ضیاء القرآن، معارف القرآن اور تفسیر احسن البیان وہ تفاسیر ہے جن میں مفسرین نے کوشش کی ہے کہ اسرائیلیات کی نقل سے درخو اعتنا برتی جائے اور اسرائیلی واقعات وقصص کو نقل کرکے عامۃ الناس کو قرآن فہمی کی بجائے قصے کہانیوں میں گم نہ کیا جائے۔ان مفسرین نے اگر کبھی من گھڑت اسرائیلی روایت کو نقل کیا ہے تو صرف اشارۃً اور اس کا مقصد ان سے بچنے کی ترغیب دینا تھا۔

خلاصہ بحث:

۱) اسرائیلیات کی نقل وتحقیق میں مفسر عبد الماجد دریابادی نے چار اسلوب اختیار کیے ہیں۔ ۲) اسرائیلیات کی نقلِ محض یعنی صرف اسرائیلی روایات کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، ان کی استنادی حیثیت کیا ہے اسے موضوع نہیں بنایا اور نہ ہی ان کے بطلان کو ظاہر کیا ہے۔ ۳) دوسرے اسلوب میں اسرائیلی روایات کو قرآن اور حدیث کے ماتحت تائید کے لیے ہی نقل کیا ہے۔ اگر تو اسرائیلی روایت تائید وتوثیق کا کام کررہی ہے تو ہی ان سے استفادہ کریں گے نہیں تو ان روایات سے اعراض برتنے کا اسلوب اختیار کیا جائے گا۔۴) قرآنی آیات کی تفسیر آیات، احادیث و آثار سے کی ہیں البتہ اپنے مؤقف کی استدلالی حیثیت کو مزید مؤثر بنانے کے لیے کتب سابقہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ۵)اسرائیلیات سے استفادہ کرتے ہوئے اسرائیلی روایات کی استنادی حیثیت کو موضوع بنایا اور اسرائیلیات کے نام پر کی گئی دروغ گوئی کی تردید کی ہے۔

---

[51]۔ ایضاً۲۳: ۲۳۷

[52]۔ دریابادی، عبد الماجد، **تفسیر ماجدی**، ۳: ۳۷۹